بسم اللہ الرحمن الرحیم

معروضاتِ مؤلف

نورالحسن راشد کاندھلوی

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، لاسیما علی رسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ واھل بیتہ، وازواجہ وذریتہ أھل التقی، وأصحابہ نجوم الھدی. أمابعد! زیرنظر مجموعہ فتاویٰ "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" کے متعلق ابھی سے، جب کہ کتاب چھپی بھی نہیں ہے، سوالات شروع ہوگئے ہیں، کہ یہ فتاویٰ اب تک کہاں چھپے پڑے تھے، کیوں کسی کو اس کی خبر نہ ملی، کیوں کسی اور نے ان پر توجہ نہیں کی، یہ کیوں شائع نہیں ہوئے، تمہیں کہاں سے ملے۔ غرض مختلف قسم کے سوالات کا سلسلہ زبانی اور فون کے ذریعہ سے جاری ہے، چند بے تکلف سے احباب سے میں نے تفریحاً کہدیا، کہ ایک روز سب راستے میں پڑے ملے تھے، پتہ نہیں کس نے جمع کئے، کہاں سے آئے مگر ظاہر ہے کہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور یوں بھی مشہور ہے کہ: تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

اس لئے خیال ہے کہ اس ضمن میں چند سطور و معروضات پیش کردی جائیں۔

راقم سطور کو بہت بچپن سے پرانی چیزیں، کتابیں، قلمی تحریریں خصوصاً برصغیر ہند کے اکابر، علماء اور مشائخ کے قلمی آثار، ان کی خودنوشت باقیات دیکھنے پڑھنے اور جہاں تک ممکن ہو، ان کے فراہم کرنے کا، اور اس کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے کوشش کرنے کا ذوق، یا بقول بعض، خبط اور خلل دماغ ہے۔ اس ذوق میں کتابوں، خطوط، فتاویٰ، مشاہیر کی خودنوشت تحریرات شاہی کاغذات، پرانے سرکاری ریکارڈ، مختلف قسم کی دستاویزات، اور تاریخ کی واقفیت میں مفید و کارآمد چیزوں، سکے، ٹکٹ وغیرہ سب شامل ہیں، اس ضمن میں اگرچہ آبائے کرام کا قدر قلیل، قدیم ورثہ اور میرے والد ماجد، [حضرت مولانا افتخارالحسن صاحب کاندھلوی] کی فراہم کی ہوئی، چند تحریرات گھر میں موجود تھیں مگر ان کی کل مقدار انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، بلکہ انگلیوں کا شمار بھی ان کے لئے زائد ہی تھا، کل بارہ پندرہ تحریرات تھیں تاہم اللہ تعالیٰ کا کس طرح شکر ادا کروں کہ اس ذوق کی آبیاری اور نوادرات و آثار کی فراہمی میں، فضل ربانی یوں ہم قدم، سایہ فگن، ہمہ وقت کارفرما اور اس طرح شامل حال رہا کہ میں حقیر و ناچیز، بے مال و بے وسائل شخص حیران ہوگیا، اسی فضل الٰہی کا اثر یا نمونہ، اس مجموعہ فتاویٰ میں درج فتاویٰ کی دریافت اور اس کی ترتیب و تالیف بھی ہے۔

میرے اس شوق کا، یہاں کاندھلہ میں، میرے بچپن کے قرآن مجید کے ایک استاد، مولانا کامل بیگ صاحب کو بھی علم تھا اور مولانا کے ہمارے بزرگوں سے کئی پشتوں سے بہت قریبی اور گہرے روابط و مراسم تھے، مولانا نے ایک دن مجھے اپنے گھر پر یاد فرمایا اور اپنے خاندان کے ایک بزرگ حافظ اللہ دیا مرحوم اور ان کے ایک ہمہ وقت رفیق، ہم قدم اور خواجہ تاش، مرزا الٰہی بخش گورگانی دہلوی کے نام، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا گنگوہی کے، دس بارہ گرامی نامے عنایت فرمائے، راقم نے ان میں سے فارسی خطوط کا ترجمہ کیا، ان پر حاشیے لکھے اور اس مجموعہ کو تبرکات کے نام سے ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۶ء میں شائع کردیا، یہ مجموعہ مکتوبات و تبرکات طباعت کے غالباً چھ سات سال بعد، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے مطالعہ سے گذرا، مفتی صاحب نے ایک حاضری کے موقع پر، اس مجموعہ کے لئے پسندیدگی کے کلمات کہے اور فرمایا "حضرت گنگوہی کی کچھ تحریریں آبھہ میں بھی تو تھیں"

آبھہ، نانوتہ اور گنگوہ کے درمیان میں آباد، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور چند سال پہلے تک ایسا تھا، کہ وہاں جانے کے لئے سواری بھی آسانی سے نہیں ملتی تھی، بہرحال مفتی صاحب تو یہ فرماکر خاموش ہوگئے، اور مجھے ایک خلش سی لگ گئی، کہ وہاں کیا چیزیں تھیں، اب بھی ہوں گی یا نہیں، ان کے لئے کس سے معلوم کیا جائے۔ تذکرۃ الرشید پڑھی تھی، اس میں آبھہ کے، حضرت مولانا کے ایک خاص نیازمند، حافظ نظیر حسین صاحب کا کئی موقعوں پر تذکرہ آیا ہے، خیال ہوا حضرت کی، یہ چیزیں شاید انہیں کے یہاں ہوں، مگر ان کی وفات پر عرصہ گزر گیا، ان کا وارث کون ہے، کیسے اور کس سے معلوم ہو، نہ آبھہ میں کسی سے واقفیت نہ معلومات کا کوئی ذریعہ:

کیف الوصول الی سعاد، ودونها قلل الجبال وبینهن حتوف

مگر امید کا چراغ روشن اور جستجو کا عمل جاری رہا، بالآخر مجھے دو تین سال کے بعد پتہ چلا، کہ نظیر حسین صاحب مرحوم کے پوتے لئیق محمد خاں صاحب ہیں، جو آبھہ میں موجود ہیں، خیال ہوا ہر چند کہ تعارف نہیں ہے مگر جاکر ملاقات کرلینی چاہئے، اس ارادہ سے، آبھہ کی قریب ترین بستی، نانوتہ دو تین مرتبہ گیا، مگر قسمت سے ایک مرتبہ بھی آبھہ جانا نہیں ہوا، ایک مرتبہ تو راستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہاں، ہر طرح کی سواریوں کا آنا جانا بند تھا، ایک مرتبہ راستے میں معلوم ہوا کہ وہ صاحب گاؤں میں نہیں ہیں، کہیں سفر میں گئے ہوئے ہیں، اس لئے سفر ناکام ہوا، مقصد پورا نہیں ہوا مگر وہ خیال برابر تازہ رہا، بہت دنوں کے بعد سنا کہ ان صاحب کا کاندھلہ میں، کسی کے یہاں، کبھی کبھی سال دو سال میں ایک مرتبہ آنا ہوتا ہے، فوراً ان صاحب سے ملا، انہوں نے اس اطلاع کی تصدیق کی، اور بتایا کہ اس مرتبہ جب ان کا آنا ہوگا، میں اطلاع دوں گا، چنانچہ شاید دو تین مہینوں کے بعد ان صاحب نے اطلاع دی، کہ وہ آبھہ والے صاحب، ہفتہ دس دن کے بعد فلاں موقع سے، یہاں کاندھلہ آنے والے

ہیں، اس وقت ان کی قیام گاہ پر جاکر، ملاقات کی، میرے ساتھ گھر پر آئے اور انہوں نے جو باتیں کیں اور اپنے یہاں موجود، حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے ذخیرہ کو [چند ذمہ دار اصحاب کی ہدایت پر] جان بوجھ کر ضائع کرنے کی، جو دل دوز روداد سنائی، اس کا تذکرہ فتاویٰ کے قلمی ذخیرہ کے تعارف میں آچکا ہے، وہ اپنی بات کرتے کرتے، بار بار رنج وغم کی کیفیت میں ڈوب جاتے، کہ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ ایسی قیمتی چیز ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے موجود ہیں، اس کی بہت قدر کی جائے گی۔ آخر میں کہا میں تمہاری سب چیزوں کو دیکھ کر، بہت ہی خوش ہوا ہوں، [حقیقتاً بہت متاثر تھے] اگرچہ زیادہ تو امید نہیں، لیکن دادا صاحب کا ایک قرآن مجید اور بستہ موجود ہے، میں دوبارہ جلد ہی آؤں گا اور یہ دونوں چیزیں ساتھ لاؤں گا۔

چنانچہ مہینہ بیس دن کے بعد آئے اور حسب وعدہ دونوں تحفے لیکر آئے، قرآن مجید کا ایک نہایت عمدہ قدیم قلمی نسخہ اور پرانی وضع کا ایک بڑا سا بستہ، جس میں حافظ نظیر حسین خاں آبھہ والوں کے چند خود نوشت کاغذات، ایک دو قلمی کتابیں اور اس کنز مکنون کا بھی ایک نمونہ یا مختصر سا حصہ، جس کی زیارت کے لئے طبیعت بے چین تھی، اس میں موجود و جلوہ افروز تھا، یہ نظیر حسین صاحب کے، حضرت مولانا گنگوہی سے دریافت کئے ہوئے سوالات اور ان ہی پر درج، حضرت کے قلم سے جوابات کی تین کاپیاں تھیں، اور یہ اس بہت بڑے ذخیرہ کا صرف ایک نمونہ تھا، جو آبھہ کے اس گھرانہ میں موجود تھا اور جس کو ضائع کر دیا گیا تھا۔ کیا بتاؤں ان کو دیکھ کر، کس قدر خوشی ہوئی۔

بہر حال اس گوہر گرانمایہ کو دیکھا رکھا مگر اس کا کاغذ اول ہی سے ہلکی قسم کا کمزور اور خستہ سا ہے، احتیاط سے ہاتھ لگانے میں بھی، کاغذ کے ضائع ہونے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے ان کی تبرک کے طرح زیارت کرتے رہے، کئی سال بعد خیال ہوا کہ ان کی عمر معلوم، اس لئے ان کو نقل کر لینا چاہئے، چنانچہ ایک وقت مقرر کر کے ان کی نقل شروع کی، اللہ نے کیا ان کی نقل مکمل ہو گئی مگر اس وقت تک ان کی اشاعت وطباعت کا خیال نہیں تھا، بعد میں ادھر ذہن گیا، اس وقت ان فتاویٰ پر عنوان لگانے کا ارادہ ہوا مگر طباعت کا کوئی انتظام نہیں تھا، اس لئے رکھا رہا، ایک ڈیڑھ سال بعد، حضرت کے ایک اور مجموعہ فتاویٰ کا پتہ چلا، تو اس کی بازیافت میں سرگرم ہوا، اس کا بھی فوٹو اسٹیٹ مل گیا، اس کی نقل ہو رہی تھی کہ اسی طرح کے ایک اور نادر نسخہ کی خبر ملی، یوں طلب کا قدم آگے بڑھتا رہا اور ایک کے بعد ایک، مختلف ذرائع سے مختلف حضرت گنگوہی کے فتاویٰ کے مرتب مگر غیر متعارف قلمی نسخوں اور حضرت مولانا گنگوہی کے علمی آثار کا سراغ ملتا رہا، مگر کسی قلمی نسخہ کی اطلاع ہونا اور اس سے براہ راست استفادہ، اس کا عکس مل جانا وہ بہت مختلف زاویے ہیں، جن میں مطابقت ذرا مشکل ہی سے ہوتی ہے۔

جس مجموعہ یا مکتوبے کا پتہ سراغ مل جاتا، تصدیق ہو جاتی، اس کے حاصل کرنے کے دامے، درمے، قدمے، سخنے، کوشش کی جاتی اور جب تک یا نا کاغذ ہاتھ میں آتا، اس وقت پہلے کے ساتھ رفاقت جاری رہتی، اس کا پڑھنا، سمجھنا، نقل کرنا

اور نقل کر کے، پہلے سے دریافت اور نقل شدہ نسخوں کے ساتھ شامل کر کے، اس کی نئی تقسیم و ترتیب قائم کرنا، ایک ایک سوال ایک ایک جواب کو، اس کے مضمون و مندرجات کے لحاظ سے علیحدہ کر کے، اس مسودہ میں درج کرنا، جو اس مقصد کے لئے تالیف و تحریر کی منزل میں تھا، مگر چوں کہ نسخوں کا علم بہت دیر دیر اور لمبے وقفوں کے بعد ہوتا تھا اور پھر ان کی معلومات کے بعد ان کا حاصل کرنا، گویا ایک بڑی مہم کا سر کرنے کے برابر کام تھا، اس لئے ایک نسخہ کی دریافت سے دوسرے نسخہ کی یافت کے درمیان میں لمبا وقفہ ہوتا، بعض مرتبہ دو تین سال لگ جاتے تھے اور اس دوران یہ مسودہ محفوظ و آرام کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح جب چودہ پندرہ سال کی مسلسل جہد و کاوش کے بعد، یہ تمام فتاوی اور مجموعے ایک بڑی کتاب کی صورت میں نقل اور مرتب ہو گئے اس وقت ان پر حاشیے لکھنے، بعض مراجع اور اصول سے مطابقت کرنے، بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس مجموعہ کے اصل ماخذ تو حضرت مولانا کے بدست خاص لکھے ہوئے تھے وہ فتوے ہیں، جو ساڑھے چار سو سے زائد ہوں گے نیز حضرت کی حیات میں مرتب، حضرت مولانا کے فتاوی کے چند مجموعے اور فتاوی وہ ہیں، جس میں سے اکثر، حضرت مولانا کی حیات میں [وفات: ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء] مختلف موضوعات کی، چھوٹی بڑی تالیفات و رسائل میں، علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے تھے، اور بہ ظاہر کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے کسی فتوے کی اصلیت و استناد پر شک کیا جائے، اس لئے ان سب کو بھی زیر نظر فتاوی میں شامل کیا گیا ہے۔

مذکورہ ماخذ میں جو چھوٹے بڑے، مستقل مجموعے ہیں، ان کا تعارف آئندہ صفحات میں آ رہا ہے، یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں اور حضرت کے قلم سے نوشتہ جو علیحدہ علیحدہ فتوے ہیں، ان میں ہر ایک کا تعارف، قلمی نسخوں کے تحت غیر ضروری محسوس ہوا، البتہ ہم ان میں سے ہر ایک کا حوالہ، اس فتوے کے تحت لکھ دیا ہے، جو فتوے علیحدہ علیحدہ مختلف تالیفات و رسائل میں شامل ہیں، ان کی بھی لمبی فہرست تھی، اس لئے ان کا بھی یہاں تذکرہ نہیں کیا جا رہا، ان میں سے ہر ایک کا حوالہ اپنے اپنے موقع پر آئے گا، تاہم ان میں سے دو تالیفات ایسی ہیں، کہ ان کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

1. **فیوض رشیدیہ** یہ حضرت مولانا کے فتاوی کا ایک مختصر مگر نہایت کم یاب مجموعہ ہے، جس کو حضرت کے کسی متوسل نے جمع کیا تھا اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے مطبع خیر المطابع، میرٹھ سے شائع کرا دیا تھا۔ اس پر سنہ طباعت درج نہیں، مگر قرائن سے ۱۳۱۰ھ معلوم ہوتا ہے، غالباً یہ حضرت مولانا کے فتاوی کا سب سے پہلا مطبوعہ مجموعہ ہے۔

اس مجموعہ فتاوی کا ایک مختصر مگر نہایت اہم ضمیمہ بھی ہے، اس میں ہندوستان کی اراضی میں، عشر و خراج کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ ضمیمہ حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری کے مرتبہ سوالات کے جواب میں ہے، اس کو حضرت مولانا رائے پوری کے ایک نامور خلیفہ و متوسل اور برصغیر کے بہت بڑے خادم قرآن کریم [نورانی قاعدہ کے مؤلف] مولانا نور محمد لدھیانوی

نے اپنے پریس مطبع حقانی اسلامی لدھیانہ سے شائع کر کے، فیوض رشیدیہ کے نسخوں کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔

دوسرا اہم مجموعہ، حضرت مولانا گنگوہی کے ایک ممتاز شاگرد، مولانا دیدار علی الوری کا مختصر مجموعہ فتاوی، تحقیق المسائل ہے، اس کے آخر میں، مولانا دیدار علی صاحب کی، کنوؤں کی طہارت وناپاکی کے مسائل پر، حضرت مولانا گنگوہی سے مفصل مکاتبت شامل ہے۔ یہ تمام فتاوی اور جوابات بھی اس مجموعہ کا حصہ بن گئے ہیں۔

رسالہ تحقیق المسائل، چالیس صفحات پر مشتمل ہے، میرے پاس جو نسخہ ہے اس کا سرورق موجود نہیں، اس لئے اس کے سن طباعت اور مطبع کا پتہ نہیں ملا، لیکن اس کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں چھپ گیا تھا۔

راقم سطور نے تمام مجموعوں میں درج جملہ فتاوی کو، امکان بھر احتیاط سے نقل کیا ہے، اور ہر ایک نقل کا اصول سے کم سے کم تین مرتبہ مقابلہ اور مطابقت بھی کر لی گئی، اس لئے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالی ان فتاوی کی نقل مطابق اصل ہے۔ تاہم صرف نقل کافی نہیں تھی، یہاں پیش کرنے کے لئے، ان پر کئی طرح سے مزید توجہ ضروری تھی۔

اسب سے پہلی بات املاء اور طریقہ کتابت کا زمانی اختلاف ہے، اُس وقت کے اور آج کل کے املا کے فرق کا خیال رکھا گیا ہے، جہاں اختلاف پایا وہاں خفیف ترمیم کی گئی ہے، مثلاً:

۱) اس وقت تک بھی بعض لکھنے والے، اعراب کو حروف کے ذریعہ واضح فرماتے تھے، جیسے اس کو کئی جگہ "اوس کو" لکھا ہے اور بھی کئی جگہ اعراب حروف کے ذریعہ ظاہر کئے گئے ہیں، ان سب کو درست کر کے موجودہ طریقہ کتابت کے مطابق کر دیا ہے۔

۲) یائی معروف اور یائے مجہول کا فرق بہت ہی کم واضح کیا جاتا تھا، ک اور کاف فارسی گ میں بھی، کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا، کئی جگہ یے کو بعد ہی نقل کیا ہے، اسی طرح جتلا کو جتلے لکھا، نیز اس قسم کے اور بھی متعدد الفاظ ہیں، جو ان مجموعوں میں کثرت سے آئے ہیں، ان کو عبارت اور مسئلہ کو نقصان پہنچائے بغیر، درست یا موجودہ املا کے مطابق کر دیا ہے۔

۳) چند الفاظ میں حضرت مولانا گنگوہی کا خاص طریقہ تحریر ہے، جیسے حضرت ضروری کو ضرور اور نہایت ضروری کو، "ضرور بر ضرور" لکھتے تھے، نیز اختلاف کے لئے خلاف کا کثرت سے استعمال فرماتے تھے، ان میں بھی خفیف ترمیم کی گئی ہے، ضرور کے بعد قوسین میں [ی] بڑھا کر ضروری کر دیا ہے، اسی طرح اور جو حروف پرانی طرز کے مطابق نقل تھے، ان کو بھی درست کر دیا ہے۔

۴) حضرت کے خودنوشت فتاوی کے سب سے بڑی مستفتی، حافظ ظہیر حسین صاحب [آبھہ، نانوتہ] کے سوالات اور تحریر میں کئی طرح کی غلطیاں تھیں، یہاں ان کی تفصیلات کی ضرورت نہیں، ان کے اور دوسرے حضرات کے سوال میں جو پرانے طرز کا املاء یا تحریر کی فروگذاشت تھی، ان سب کو بھی موقع پر درست کردیا ہے مگر کوئی حذف واضافہ نہیں کیا۔

۵) بعض موقعوں پر، فقہ وفتاوی وغیرہ کی کتابوں سے جو اقتباسات یا مختلف عبارتیں، فتاوی میں درج کی گئی ہیں، ان کی تحریر میں بھی کہیں کہیں غلطیاں ہوئی ہیں، یا کچھ چھوٹ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرت مولانا کی نہیں، ناقلین کی غلطی یا سہو ہے، ان کو اصل کتابوں کی مدد سے درست کردیا ہے۔

اس مجموعہ فتاوی میں درج اس قسم کی عبارتوں، نیز یہ عبارتیں قدیم کتابوں نوشتوں میں، جہاں کہیں نقل ہوئی ہوں، ان کے لئے دو باتیں اور عرض ہیں:

الف: پرانے اکثر علماء جو عبارتیں اور اقتباسات نقل فرماتے ہیں، وہ بیشتر حافظہ پر اعتماد فرماتے ہوئے نقل فرما دیتے ہیں، اکثر حالات میں اصل ماخذ اور کتاب غالباً سامنے نہیں ہوتی تھی، اس لئے معمولی فرق اور اختلاف ہونا محل تعجب نہیں۔

ب: سب ہی حضرات کے سامنے خطی نسخے ہوتے تھے، مطبوعہ کتابوں کا چلن نہ ہونے کے برابر تھا اور قلمی نسخوں میں جزوی اختلاف عین ممکن ہے۔ ہمارے سامنے عموماً ایک مرتب و مطبوعہ نسخہ ہوتا ہے، اسی کو اصل سمجھتے ہیں، حال آں کہ مطبوعہ کتابوں کے متون کی متعدد قلمی نسخوں سے مطابقت سے، مطبوعہ نسخوں کی فروگذاشتیں، اہل ذوق کے سامنے آتی ہی رہتی ہیں، کوئی نئی بات نہیں ہے۔

٦) چند موقعوں کے علاوہ، قرآن مجید کی آیات، احادیث شریفہ اور عربی عبارتوں کا ترجمہ درج نہیں تھا، ان سب کے ترجمہ کا اضافہ کیا گیا ہے، آیات شریفہ میں، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ احادیث شریفہ اور مختلف عبارتوں کا ترجمہ کرنے کی خود جسارت کی ہے، مگر جن آیات شریفہ اور آیات و عبارات کے ساتھ ترجمہ موجود تھا، اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے، اس میں قلم نہیں لگایا گیا، کیونکہ بہ ظن غالب یہ ترجمے حضرت مولانا گنگوہی کی قلم سے ہیں۔

۷) حضرت مولانا، اصل فتوے کے لئے بہت کم کسی ماخذ کا حوالہ دیتے ہیں، ان فتاوی کو جوں کا توں نقل کردیا ہے، اصل مسئلہ کے لئے کسی ماخذ سے مطابقت کی کوشش نہیں کی، تاہم اگر حضرت مولانا نے جواب کے درمیان، کوئی روایت یا کسی فقیہ و مصنف کا فقرہ، یا عبارت کا ٹکڑا نقل کیا ہے، تو اس کی اصل سے مطابقت کرلی گئی ہے اور حاشیہ میں مکمل حوالہ درج کردیا گیا ہے۔

اس مجموعہ میں فتاویٰ رشیدیہ کے معروف ومطبوعہ نسخوں میں شامل فتوے، اس مجموعہ [باقیات فتاویٰ رشیدیہ] شامل نہیں، کوشش کی گئی ہے کہ ایسے فتاویٰ اس میں جگہ نہ پائیں مگر دوطرح کے فتوے اس سے مستثنیٰ ہیں:

الف: وہ آٹھ یا دس فتوے اگر چہ فتاویٰ رشیدیہ میں شامل ہیں مگر یہ ان مجموعوں سے لئے گئے ہیں، جو غیر متعارف، اور زیر نظر مجموعہ کے بنیادی مآخذ میں شامل ہیں، مثلاً چھ سات فتوے، جو مجموعہ فرخ آباد کے ایک سلسلہ سوالات وجوابات سے لئے گئے ہیں، ہمارے اس مجموعہ میں بھی ملیں گے، ان کو حذف کرنے کی وجہ سے مجموعہ فرخ آباد کے مندرجات کی ترتیب متاثر ہوسکتی تھی، اس لئے ان کو باقیات فتاویٰ رشیدیہ میں باقی رکھا گیا ہے۔ یہاں وہ چند فتاویٰ جو مجموعہ فرخ آباد سے فتاویٰ رشیدیہ میں نقل اور شامل کئے گئے مگر فتاویٰ رشیدیہ میں شامل متن اور مجموعہ فرخ آباد کی اصل میں واضح فرق اور اختلاف ہے، اس اختلاف یا کمزوری کے مشاہدہ کے لئے درج کئے جارہے ہیں، تجربہ نے بتایا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود فتاویٰ کی اگر قدیم اصل موجود ہو تو اس سے مقابلہ اور تصدیق وتحقیق ہونی چاہئے۔

ب: چندوہ فتاویٰ بھی باقیات میں شامل ہیں، جو اگر چہ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہیں مگر پیش نظر قلمی مجموعوں اور قدیم خطی مآخذ میں درج، ان کے متن اور فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نقل میں، کچھ چھوٹا یا بڑا مگر واضح اختلاف ہے، اس وجہ سے قدیم نسخوں کو زیادہ معتمد اور قریب العہد نقل سمجھتے ہوئے، باقیات کا بھی حصہ بنالیا گیا ہے۔

مطبوعہ فتوؤں میں سے وہ فتاویٰ بھی باقیات فتاویٰ رشیدیہ میں درج نہیں کئے گئے، جو اگر چہ فتاویٰ رشیدیہ کی طباعتوں میں موجود نہیں مگر معلوم ومطبوعہ اور عملاً پڑھنے والوں کی دسترس میں ہیں، مثلاً وہ فتوے جو تذکرۃ الرشید [تالیف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی] میں نقل ہوئے ہیں، یا حضرت کے مکتوبات کے مجموعوں میں، ضمناً آگئے ہیں، ان کو اس میں نہیں لیا گیا مگر جس کسی کا کسی اور حوالہ یا فتوے کی وجہ سے اندراج ضروری ہوگیا تھا، اس کے شامل کرنے میں تکلف نہیں ہوا۔ لیکن جو فتاویٰ مطبوعہ لیکن ناپید وکم یاب ہیں، ان کو جہاں تک میری دسترس میں آئے، اس مجموعہ میں لے لیا ہے، کہ ان میں ایک ایک فتوے کی تلاش اور اس تک رسائی، ایک مستقل سفر تھا۔

درج بالا دونوں قسم کے فتاویٰ کے شمار کا موقع نہیں ہوا، مگر اندازہ یہ ہے کہ اس طرح کے جملہ فتاویٰ اٹھارہ بیس سے زائد نہ ہوں گے۔

بہرحال راقم سطور کو برسوں کی تلاش وجستجو میں جو کچھ حاصل ہوسکا اور اس کی جو بھی بہتر سے بہتر صورت وترتیب ذہن میں آئی، اس کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کہنا تو آسان نہیں ہے کہ یہ کاوش وکوشش کس درجہ مفید اور قابل پذیرائی ہوگی، تاہم راقم سطور کی معمولی لیاقت واستعداد کی روشنی میں جو کچھ ہوسکا اور زبان قلم پر آیا، وہ ایک بضاعت مزجاۃ کی حیثیت سے نذر قارئین ہے۔ امید ہے کہ حضرات اہل علم وفتویٰ کی بہترین رہنمائی، نئے فتاویٰ کی نشان دہی اور زیر نظر نسخہ کے سقطات، کمزوریوں، کوتاہیوں کا ادراک کرنے میں، ناچیز

مرتب کی معین ومددگار ہوگی، اور اہل علم کے مشوروں سے فائدہ اس مجموعہ فتاویٰ کو زیادہ بہتر اور مفید طور پر پیش کیا جاسکے گا۔ وللہ الامر من قبل ومن بعد.

جب آبھہ سے دریافت فتاویٰ کی طباعت کا خیال آیا تھا، اسی وقت اس مجموعہ کو، جو موجود فتاویٰ کا شاید چوتھائی حصہ تھا، ارباب فقہ وفتاویٰ کی نظر سے گذارنے کا فیصلہ کرلیا تھا، اس منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے، ان فتاویٰ کی نقل کو جو ذخیرہ آبھہ کا حصہ تھے، سب سے پہلے، دار العلوم دیوبند، کے صدر مفتی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مطالعہ وملاحظہ کے لئے پیش کیا گیا تھا، مفتی صاحب نے اپنی بے پناہ مصروفیات اور پیرانہ سالی کے باوجود، اس کا ایک حصہ خود پڑھا، باقی کی سماعت کی اور اس پر ایک دوجگہ مختصر افادہ، یا اشارہ بھی تحریر کیا، مگر اس وقت اس کی طباعت کا ارادہ ملتوی کرکے، اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور اس کو زیادہ سے جامع اور مفید بنانے کا عمل شروع ہوگیا تھا، چنانچہ قلمی فتاویٰ اور متفرق مجموعے فراہم ہوتے رہے اور کارواں آگے بڑھتا گیا، جب یہ کام ایک مرحلہ تک پہنچ کر گویا مکمل ہوگیا اور اس کے حواشی اور حسب ضرورت مراجع ومآخذ کی نشان دہی روبعمل آگئی، اس جلد کے اختتام کا فیصلہ کرلیا، اس وقت اس مجموعہ کو نظر ثانی اصلاح اور مشورہ کے خیال سے برصغیر کے، برگزیدہ علماء، اور اہل فتویٰ، خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ودامت برکاتہ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری [شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم، دیوبند] مدفیوضہ ودام برکاتہ کی خدمات میں پیش کیا گیا، کہ وہ ملاحظہ فرماکر، اپنی رائے گرامی سے مشرف وسرفراز فرمائیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ ان اکابر علماء کی عزت افزائی اور عنایت وکرم کا کسی طور پر بھی شکریہ ادا کرسکوں، دونوں حضرات نے اپنی انتہائی مصروفیات اور بے پناہ مشاغل کے باوجود، اس بضاعت مزجات پر پوری پوری توجہ فرمائی، اس کو پڑھا اور اس کے متعلق اپنی گراں قدر تحریرات سے مزین ومعتمد فرمایا۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے اس کو ملاحظہ فرماکر، مفصل تقریظ تحریر فرماکر ارسال فرمائی تھی، جو میری کم نصیبی سے ڈاک میں ضائع ہوگئی، منزل آشنا نہ ہوسکی، لمبے انتظار کے بعد حضرت مولانا سے دوبارہ تحریر فرمادینے کی درخواست بلکہ جسارت کی، کہ حضرت مولانا کی مصروفیات کا کچھ مجھے بھی علم ہے، تاہم حضرت مولانا نے اپنی کریمانہ مزاج اور ان عنایات کی پاسداری میں، جن سے یہ ناچیز ہمیشہ ممنون اور نہال رہا ہے، دوبارہ لکھنے کی زحمت فرمائی، جو اس اشاعت کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

حضرت مولانا پالن پوری کی عنایت وتوجہ اس سے بڑھ کر رہی، حضرت مولانا نے اس مجموعہ کو پڑھا اور ملاحظہ کیا، تو فرمایا کہ میں نے اس پر کچھ حاشیے اور توضیح لکھنے کا ارادہ کرلیا ہے، یہ ارادہ عمل میں آیا، قارئین کرام، فتاویٰ پر حضرت مولانا کے حواشی سے استفادہ فرمائیں گے، مفتی صاحب نے فتاویٰ کو پڑھا تو بعض مقامات پر کچھ شبہ ہوا، اس شبہ کو دور کرنے کے لئے، فتاویٰ کے اصل مآخذ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا، راقم نے جملہ اصل مآخذ، حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے، حضرت مولانا نے ان سے زیر غور فتاویٰ کا مقابلہ کرکے، اطمینان کرلیا تھا، مگر اس کے ساتھ حضرت مولانا نے یہ بڑا اور مشکل فیصلہ بھی کیا کہ وہ اس پورے مجموعہ کے، جملہ مندرجات وفتاویٰ کا، اصل مآخذ سے مقابلہ کریں گے، چنانچہ کیا اور بحمد اللہ تعالیٰ بعد میں یہ لکھا

کہ میں ایسے قلمی نسخوں کو نہ اس قدر توجہ سے پڑھ سکتا ہوں اور نہ ان کی ایسی صحیح نقل کر سکتا ہوں، جیسی اس میں کی گئی ہے، بہر حال اس مقابلہ سے متن میں جو بعض تسامحات رہ گئے تھے ان کی درستگی ہوگئی، ترتیب ابواب کے لئے بھی مشورے ملے، اور یہ مجموعہ ہر پہلو سے لائق اطمینان ہوگیا۔ حضرت مولانا کے علاوہ اور بھی احباب وعلماء نے اس کو دیکھا، خصوصاً فاضل دوست، مولانا مفتی محمد ارشد صاحب [بگھیڑی، مظفر نگر] نے پورے مجموعہ، تمام حاشیوں اور اصلاحات کو گہری نظر سے، بہت توجہ سے دیکھا پڑھا اور نہایت مفید مشورے دیئے، ان سے بھی پورا فائدہ بھی اٹھایا گیا۔

اس وقت جب یہ مجموعہ مکمل ہوکر، پریس کے حوالہ ہورہا ہے، میرا فریضہ اور اخلاقی علمی ذمہ داری ہے کہ ان تمام صاحبان کو ممنونیت کے ساتھ، تہہ دل سے کلمات تشکر پیش کروں، جن کا اس بڑے کام یا علمی دینی خدمت میں، قلمے، قدمے، درمے، سخنے، کم زیادہ تعاون شامل رہا۔

سب سے پہلے مرحوم جناب لئیق محمد خاں صاحب، آنجہ کے لئے اجر اور دعائے مغفرت کے لئے حق تعالیٰ شانہ کے حضور دست بدعا ہوں، مرحوم نے نہایت خوشی اور کھلے دل کے ساتھ تعاون فرما کر اور اپنے یہاں موجود تبرکات وتحریرات عنایت فرما کر، اس بڑے کام کی بنیاد رکھی اور اس طرح حضرت مولانا گنگوہی کے اس بڑے علمی سرمایہ فقہی افادات کی حفاظت واشاعت کی خشت اول ثابت ہوئے۔ فجزاه الله خير الجزاء واعف عنه وارفع درجاته.

حضرت مولانا کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے، چند فتاویٰ میرے ایک بڑے علمی محسن اور کرم فرما اور ہر اک علمی کتاب وجستجو میں معاون ورفیق، بلکہ بعض موقعوں پر مجھ سے زیادہ سرگرم اور ہر دم اس کی فکر وسعی میں مشغول، دوست نما بزرگ، جناب حافظ توفیق احمد علوی کیرانوی نے عنایت فرمائے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو، ان کی ہر اک عنایت واحسان کا اجر عظیم عطا فرمائے، ورحمه الله تعالى رحمة الابرار الصالحين.

اپنے استاذ محترم، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی۔ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شفقت وکرم اور عنایات بزرگانہ کا، کسی طرح بھی شکریہ ادا نہیں ہوسکتا، حق ادا ہونے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ راقم مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم وقیام کے دوران، ہمیشہ حضرت مفتی صاحب کی عنایات کے زیر سایہ رہا اور شفقت وعنایات وکرم کا یہ معاملہ، حضرت مفتی صاحب کی وفات تک اسی طرح رہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مظاہر علوم سہارنپور میں کتابوں کے عکس یا فوٹو اسٹیٹ دیئے جانے کا کیا قانون وضابطہ ہے مگر بفضلہ تعالیٰ میں نے حضرت مفتی صاحب سے جب بھی اور جس کتاب کے لئے درخواست کی، کبھی رد نہیں فرمائی، فرماتے تھے "یہ کتابیں تمہارے جیسے لوگوں کے لئے ہی تو ہیں" جب میں نے حضرت مفتی صاحب سے کتب خانہ مظاہر علوم میں موجود، حضرت گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے درخواست کی۔ اول تو مفتی صاحب کو اس پر حیرت ہوئی، کہ یہاں ایسا اہم بڑا اور نہایت نادر نسخہ ہے، اس کی نہ ہمیں خبر نہ اوروں کو۔

بہر حال، بہت خوش ہوئے اور نہایت بشاشت سے فوٹو اسٹیٹ کی اجازت دے دی، اور عکس کو دیکھ کر خوش ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ وارفع درجاتہ۔

کتب خانہ مظاہر علوم کے کارکنوں کا میرے ساتھ ہمیشہ عنایت واخلاص کا معاملہ رہا ہے، میں اس کے لئے بھی ممنون ہوں۔

نسخہ چندیانوی [مخطوطہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، پاکستان جواب نیشنل میوزیم پاکستان، کراچی زینت ہے] کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے، اس وقت انجمن کے صدر نشین، عالمی شہرت یافتہ شاعر اور مادوھا نگار، جناب جمیل الدین عالی کا ممنون ہوں، عالی جی میری گذارش پر اس کا عکس فوراً بھیجا اور میں نے اس کے مصارف بھیجنے چاہے، تو لکھا۔ اس کار خیر میں میرا بھی کچھ حصہ ہوجائے گا، بہر حال عالی صاحب کا بھی بہت بہت شکریہ!

مجموعۂ فرخ آباد اصل نسخہ پہلی مرتبہ مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کے ہاتھوں میں نظر سے گزرا تھا، مولانا کی وفات کے بعد، مولانا کے بھتیجے، ڈاکٹر نثار احمد صاحب فاروقی کی عنایت سے، اس کا فوٹو اسٹیٹ ہدست ہوا، مجموعہ رام پور [مکتوبہ بدست مولانا سید احمد حسن امروہوی] کا فوٹو اسٹیٹ بھی ڈاکٹر فاروقی صاحب نے فراہم کیا، اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

اوراق کراچی کا عکس پاکستان کی ایک علمی باذوق شخصیت، جناب راشد شیخ کی کاوش کا مرہون منت ہیں، راشد شیخ صاحب نے خاصی جدوجہد کے بعد، ان تک رسائی حاصل کی اور ان کے عکس فراہم کئے، دلی شکریہ!

حضرت مولانا گنگوہی کے بقلم خود نوشتہ دو فتوے، برصغیر ہند پاکستان کے نامور خطاط اور راقم سطور کے نہایت مشفق، شاہ نفیس الحسینی صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں تھے، حضرت شاہ صاحب نے ان کے عکس سے ممنون ومشرف فرمایا، اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے، اور شاہ صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

اپنے ایک علمی کرم فرما، جناب شبیر احمد صاحب میواتی [لاہور، پاکستان] کو بھی کلمات تشکر پیش کرتا ہوں، میواتی صاحب سے علمی اشتراک اور خلوص کا رشتہ دسیوں سال پرانا ہے، اس کام میں بھی ان کی معلومات سے مفید مدد ملی، کئی نسخوں، فتاویٰ کا پتہ چلا، حضرت گنگوہی سے متعلق نئی تحریروں، کتابوں تک رسائی ہوئی، اور یہ سلسلہ جاری ہے، اس سے بھی میواتی صاحب کا دلی شکریہ واجب ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ.

آخر میں ان تمام معاونین اور رفقاء کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس کام میں موقع بہ موقع نسخوں کی نقل، مقابلہ حواشی کے لئے، مآخذ اور عبارتوں کی جستجو وغیرہ میں کم زیادہ، کسی بھی درجہ کا چھوٹا بڑا تعاون حاصل رہا، ان سب کا بھی تہ دل سے ممنون وشکر گذار ہوں۔ اگرچہ کاغذ کے سفینہ پر ان کے نام درج نہیں، مگر دل کی گہرائیوں میں ان کی یاد اور ان کے لئے جذبہ تشکر موجزن ہے۔

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے تحریر اور جملہ قلمی اور مطبوعہ فتاوی کی، جو اس مجموعہ میں شامل ہیں، اصل سے مقابلہ اور تمام حواشی و مآخذ و مصادر سے، حتی الامکان مطابقت وتصحیح میں، آخری معاون کے طور پر، مکرمی مفتی محمد واصل صاحب گڈھی دولت، کاندھلہ اور ہمارے ادارہ کے ایک وقتی کارکن، مولوی تنویر عالم صاحب ارریاوی کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ فجزاهما الله خير الجزاء.

اپنے کمپوزر، مولوی شہاب الدین صاحب بستوی کا بھی ممنون ہوں، کہ انہوں نے خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ، اس کی کمپوزنگ کی۔

قارئین کرام سے رخصت ہوتے ہوئے دو گذارشات اور کرنا چاہتا ہوں، اس مجموعہ میں حضرت مولانا گنگوہی کے جو بھی فتاوی اور تحریریں نقل ہوئی ہیں، ان میں سے تقریباً ایک تہائی فتاوی کی، حضرت مولانا کے قلم سے نوشتہ اور باقی کی معتبر ترین نقلیں یا مجموعے، راقم سطور کے پاس محفوظ ہیں، اس لئے اس مجموعہ کے کسی بھی فتوی کے کمزور، مشتبہ یا غیر معتبر ہونے کا فیصلہ کرنے سے پہلے، ان کا براہ راست مطالعہ وملاحظہ فرمالیں، میں ان شاء اللہ جب تک موجود ہوں، اس خدمت کے لئے حاضر ودستیاب ہوں۔ دوسرے اس میں جو بھی فروگذاشت ی کوتاہی رہ گئی ہو، یا کہیں حضرت کے کچھ فتاوی وغیرہ موجود ہوں، تو ان کی نشاندہی سے ممنون فرمائیں۔ والاجر علی اللہ تعالیٰ

اس وقت جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، یہ علمی سفر اختتام کو پہنچ رہا ہے، میرا دل حمد الٰہی سے معمور اور زبان کلمہ شکر سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت بضاعت مزجات کو قبول فرما کر، میرے، میرے والدین گرامی اور اسلاف واخلاف کے لئے، سامان نجات اور ذریعہ مغفرت بنائے۔ قارئین کرام اور مستفیدین سے درخواست ہے کہ ناچیز مرتب کو حیاً ومیتاً دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند | کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے بہ رحمت | کند در حق ایں مسکیں دعائے

فلحمدلله اولاً وآخراً وظاهراً وباطناً، وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين.

آثم وناکارہ

راقم نور الحسن راشد کاندھلوی

۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ